نقدِ روایت کی ابتدا اور تحقیق و تنقیحِ روایت میں اس کی اہمیت

(تاریخی جائزہ)

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری*

نقد کا لغوی معنیٰ:

لغت میں نقد کے درج ذیل معانی آتے ہیں:

پرکھنا، چھانٹنا۔ ابن منظور نقد کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمییز الدراهم وإخراج الزيف منها" (۱)

دراہم کی چھانٹ پھٹک کرتے ہوئے کھوٹے اور جعلی درہم کو باہر نکالنا۔

شاعر (۲) کا قول ہے:

"تنفی یداها الحصیٰ فی کل هاجرة نفی الدنا نیر تنقاد الصياريف" (۳)

"دوپہر کو اس (اونٹنی) کے ہاتھ کنکریوں کو اس طرح دور کرتے ہیں کہ جس طرح زرگر صحیح اور کھوٹے سکوں کے درمیان تمیز کرتے ہیں۔"

۲۔ قیمت جو فوراً ادا کی جائے گویا کہ نقد ادھار کی ضد ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے: "النقد خلاف النسيئة" (٤) "نقد ادھار کی ضد ہے"

۳۔ کلام کے عیوب و محاسن کو ظاہر کرنا

کہا جاتا ہے کہ: "نقدت الناس إذا عبتهم و اغتبتهم" (۵)

تم نے لوگوں کا نقد کیا جب تم ان کے عیب اور کمزوریوں کو بیان کیا۔

اسی سے حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے:

"إن نقدت الناس نقدوك و إن تركتهم تركوك" بمعنى إن عبتهم عابوك" (٦)

"اگر تم نے لوگوں کی عیب جوئی کی تو وہ تمھاری عیب جوئی کریں گے اور اگر تم نے ان کی عیب جوئی ترک کر ڈالی تو وہ بھی ترک کر دیں گے۔"

---

*لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

یہاں نقد کا معنی کسی کے عیوب کا اظہار اور اس کی کمزوریوں کا احاطہ کرنا ہے۔اس طرح مؤخر الذکر معنی اصطلاحی مفہوم کے قریب ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں نقدِ حدیث کا مفہوم:

(i) ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نے نقد کی تعریف یوں کی ہے:

"بأنه تمييز الأحاديث الصحيحة من الضعيفة والحكم على الرواة توثيقا و تجريحاً" (۷)

صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا اور رواۃِ حدیث پر توثیق یا تجریح کے اعتبار سے حکم لگانا۔

(ii) ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن الاعظمی کے نزدیک نقد کی تعریف:

"هو تمييز الصحيح من السقيم بعد جمع طرق الحديث وإمكان النظر فيها" (۸)

حدیث کے طرق جمع کر کے اور اس میں غور وفکر کرنے کے بعد صحیح احادیث کو کمزور احادیث سے الگ کرنا۔

(iii) ڈاکٹر سہیل حسن نقد حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"احادیث کے تنقیدی جائزے کو "نقد الحدیث" کہا جاتا ہے۔محدثین کے نزدیک اس سے مراد صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے الگ کرنا، ان کے طرق جمع کرنا اور پوری طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان پر حکم لگانا ہے" (۹)

ان تعریفات سے درج ذیل تین نکات ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ صحیح اور ضعیف احادیث کے مابین امتیاز کرنا۔

۲۔ احادیث کے تمام طرق کو جمع کرنا۔

۳۔ رواۃ حدیث کے حفظ وضبط کا جائزہ لے کر ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا حکم لگانا۔

علی بن المدینی انہی نکات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الباب إذا لم تجمع طرقه لم يتبين خطؤه" (۱۰)

"باب ہے اس بیان کے بارے میں کہ جب (حدیث) کے تمام طرق جمع نہ کیے جائیں، اس (حدیث) کی غلطی واضح نہیں ہوسکتی۔"

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

"لو لم نكتب الحديث من ثلاثين وجها ما عقلناه" (۱۱)

"اگر ہم حدیث کو تیس سندوں سے نہ لکھیں ہم اسے سمجھ نہیں سکتے۔"

ابن المبارک بیان کرتے ہیں:

"إذا أردت أن يصح لك الحديث فاضرب بعضه ببعض" (۱۲)

"اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ حدیث تمھارے لیے صحیح ہو جائے تو اس کی اسناد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاؤ۔"

ایوب سختیانی کا قول ہے:

"إذا أردت أن تعرف خطأ معلمك فجالس غيره" (۱۳)

"اگر تم اپنے استاد کی غلطی معلوم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم دوسرے اساتذہ کی مجلس میں بیٹھو۔"

غرضیکہ نقد حدیث ایک خاص علمی منہج پر قائم ہے۔ اس علمی منہج پر بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن رقمطراز ہیں:

"محدثین کے ہاں نقد حدیث کسی محقق کے ذوق نظر کے تابع نہیں بلکہ یہ ایک مضبوط علمی منہج پر قائم ہے جنہیں تین نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے":

۱۔ اگر راوی مکثرین میں سے ہے تو اس کی احادیث کے تمام طرق و اسانید جو اس کے تلامذہ کے مابین پھیل چکی ہیں، جمع کی جائیں گی تا کہ وہ سچا راوی جو اپنی روایات کو پوری طرح مکمل اور محفوظ رکھتا ہے وہ ضعیف اور جھوٹے راوی سے پہچانا جاسکے۔

۲۔ اگر راوی کثرتِ حدیث کے سبب مشہور نہ ہو تو اس کی احادیث دیگر رواۃ کی احادیث پر پیش کر کے انھیں پرکھا جائے گا۔

۳۔ تمام رواۃ کو عدالت (راوی) کے قواعد پر پرکھا جائے گا اور ان کے حفظ وضبط کی معرفت حاصل کی جائے گی (۱۴)۔

نقد حدیث کی اقسام:

محدثین کرام نے روایت کے دونوں حصوں سند اور متن پر نقد کیا ہے۔ نقد سند کے لیے محدثین کرام نے "علم الاسناد اور علم الجرح والتعدیل" کے فن کی بنیاد رکھی۔

امام شافعی نقدِ سند پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”ولا يستدل علىٰ أكثر صدق الحديث و كذبه إلا بصدق المخبر و كذبه ......“ (۱۵)

”اکثر و بیشتر مخبر کی صداقت اور اس کی کذب بیانی پر کسی روایت کے صدق و کذب پر استدلال کیا جاتا ہے۔“

نقد کی دوسری قسم نقدِ متن ہے۔ محدثین کرام نے نقدِ سند کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن پر بھی نقد کیا ہے۔ کیونکہ صحت سند صحتِ متن کے لیے ضروری نہیں ہے۔ سند اور متن کے لحاظ سے صحیح اور ضعیف احادیث کی درج ذیل چار صورتیں ہیں:

۱۔ سند اور متن دونوں صحیح ہوں مثلاً آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

”من كذب عليّ متعمّداً فليتبوا مقعده من النار“ (۱۶)

”جس شخص نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔“

۲۔ سند اور متن دونوں باطل ہوں مثلاً موضوع روایت ہے:

”ربيع أمتي العنب والبطيخ“ (۱۷) ”تربوز اور انگور میری امت کے لیے بہار ہے۔“

۳۔ سند ضعیف ہو اور متن صحیح ہو اس کی مثال آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

”من لا يهتم بأمر المسلمين فليس منهم و من لا يصبح و يمسي ناصحاً لله و لرسوله ولكتابه ولإمامه ولعامة المسلمين فليس منهم“ (۱۸)

”جو مسلمانوں کے معاملہ کے بارے میں اہتمام نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہے اور جو صبح و شام اللہ، اس کے رسول ﷺ، اس کی کتاب، اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں۔“

۴۔ سند صحیح ہو اور متن باطل ہو، یہ قسم واقع میں بہت کم اور نادر ہے۔ مثلاً یہ روایت:

”إن الشمس ردت لعلي بعد العصر والناس يشاهدونها“ (۱۹)

حضرت علیؓ کے لیے عصر کے بعد سورج واپس لوٹایا گیا اور لوگ اس امر کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ صحتِ سند، صحتِ روایت (حدیث) کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اس بارے میں ابن الصلاح لکھتے ہیں:

”والحكم بالصحة أو الحسن على الإسناد لا يلزم منه الحكم بذلك علىٰ المتن إذ قد يكون شاذا أو معللاً“ (۲۰)

کسی سند کے صحیح یا حسن ہونے کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی حکم متن کا ہے، کیونکہ کبھی کبھار متن شاذ اور معلول ہوتا ہے۔

متن کی اسی اہمیت کے پیش نظر محدثین نے نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن پر بھرپور توجہ دی ہے۔

خطیب بغدادی رقمطراز ہیں:

"والأخبار كلها على ثلاثة أضرب فضرب منها يعلم صحته و ضرب منها يعلم فساده و ضرب منها لا سبيل إلى العلم بكونه على واحد من الأمرين دون الأخر...... و أما الضرب الثانی و هو ما يعلم فساده فالطريق إلى معرفته أن يكون مما تدفع العقول صحته بموضوعها والأدلة المنصوصة فيها...... أو يكون مما يدفعه نص القرآن أو السنة المتواترة أو أجمعت الأمة على رده أويكون خبراً عن أمر من أمور الدين يلزم المكلفين علمه و قطع العذر فيه فإذا ورد وروداً لا يوجب العلم من حيث الضرورة أوالدليل علم بطلانه......" (۲۱)

احادیث کی تین اقسام ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کی صحت معلوم ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں (اقسام) میں سے کسی ایک قسم کے ہونے کے بارے میں معلوم نہ ہو اور نہ ہی اسے پہچاننے کا کوئی اور طریقہ ہو، دوسری قسم جس کا فاسد ہونا معلوم ہو اس کی معرفت کا راستہ یہ ہے کہ وہ روایت ایسی ہو جس کے موضوع ہونے کی بناء پر عقل اور صریح ادلّہ اس کا ردّ کر دیں یا نص قرآنی اور سنت متواترہ اس کا رد کر دیں یا اس کے مردود ہونے پر امت کا اجماع ہو جائے یا امور دین سے متعلق کوئی معاملہ ہو جس کا علم مکلّفین کے لیے ضروری ہو اور اس میں ان کا عذر قابلِ قبول نہ ہو اور جب کوئی ایسی خبر آئے جس کا جاننا ضرورۃً یا دلیل کی بنا پر لازمی ٹھہرتا ہو اس کے باطل ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا۔

ایک مرتبہ علامہ ابن قیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا بغیر سند دیکھے کسی موضوع حدیث کی معرفت کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: "یہ اس شخص کے لیے ممکن ہے جسے سنن صحیحہ کی مکمل معرفت حاصل ہو اور یہ سنن صحیحہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ اس طرح گھل مل جائیں کہ اسے سنن اور آثار کی معرفت کا ایک ملکہ اور کامل خصوصیت حاصل ہو جائے......" (۲۲)

مختصر یہ کہ محدثین کے نزدیک نقدِ سند کے ساتھ نقدِ متن ایک ضروری امر ہے اور نقدِ متن کے لیے انھوں نے علم التاریخ، علم اصطلاحات حدیث کا فن ایجاد کیا ہے۔

نقدروایت، مختلف ادوار میں:

ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی نقدروایت کی ابتدا کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"بدأ البحث و التنقیب فی أحادیث رسول اللهﷺ فی حیاته وما کان الأمر یعدو فی حینه سؤال النبیﷺ نفسه وهذا الإستفسار کان علی نطاق ضیق جداً إذ الصحابة ما کانوا یکذبون ولا یکذب بعضهم بعضهم الآخر بل کان غایة البحث فی ذلک الوقت هو التدقیق بل هو نوع من التوثیق للطمانیّة القلبیة ولهم فی ذلک أسوة فی سیرة أبی الأنبیاء علیه السلام ﴿وإذ قال ابراهیم رب أرنی کیف تحی الموتی قال أولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی﴾ (۲۳)ومحال أن یکون ابراهیم علیه السلام قد شک فی قدرة الله سبحانه و تعالیٰ و هکذا کان تدقیق الصحابة فی حیاة النبیﷺ لمزید من الإطمئنان القلبی لا غیر" (۲۴)

حضورﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی احادیث کے بارے میں تحقیق اور کھوج لگانے کی ابتدا ہو چکی تھی اور یہ تحقیق اور استفسار اس وقت صرف نبیﷺ سے سوال کرنے تک ہی محدود تھا، کیونکہ صحابہ کرامؓ حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے اور نہ ہی وہ اس میں ایک دوسرے کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تحقیق، چھان بین کے معنی میں تصدیق کی ایک قسم تھی جو قلبی اطمینان کے لیے ہوتی ہے اور اس بارے میں ان کے پاس ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت طیبہ سے ایک نمونہ بھی تھا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں شک وشبہ کریں۔ اس طرح صحابہ کرامؓ نبیﷺ کی حیات مبارکہ میں چھان بین سے کام لیتے تھے تاکہ مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے ان کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں تھا۔

عہد رسالت اور نقدِ روایت:

عہد رسالت میں نقدروایت کی کئی مثالیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نقد حدیث کا آغاز ہوا اور نقد روایت کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔

۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کا واقعہ مذکور ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

"......ایک بدوی شخص آیا اس نے کہا اے محمدﷺ ہمارے پاس آپ کا ایک قاصد آیا ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو رسول اللہﷺ نے فرمایا اس نے سچ

کہا...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد نے ہمیں بتایا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا...... پھر کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ ہمارے اموال میں ہمارے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے...... پھر اس نے کہا آپ کے قاصد کا خیال ہے کہ سال میں ہمیں ماہ رمضان کے روزے رکھنے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے...... پھر اس نے کہا آپؑ کے قاصد کا خیال ہے ہم پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے......'' (۲۵)

۲۔ سنن نسائی میں ہے کہ ''حضرت علیؓ یمن سے قربانی کا جانور لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ سے اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے رنگ دار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اشتعال کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فاطمہؓ نے تو رنگ دار کپڑے پہن لیے ہیں اور سرمہ لگایا ہے اور کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ بولا ہے، میں نے ہی اسے اس کا حکم دیا تھا'' (۲۶)

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں: ''مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے۔ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کو نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے'' اور آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم میں سے کسی شخص کی طرح نہیں ہوں (۲۷)۔

۴۔ حضرت ابیؓ بن کعب بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک تلاوت کی، آپ ﷺ کھڑے تھے، آپ ﷺ نے گذشتہ واقعات کے بارے میں ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی' حضرت ابوالدرداءؓ یا حضرت ابوذرؓ مجھے ٹٹولنے لگے (یا آنکھ سے اشارہ کیا) اور کہنے لگے یہ سورت کب نازل ہوئی ہے، میں تو اب اسے سن رہا ہوں، میں نے انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب سب چلے گئے، کہنے لگے میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی ہے؟ لیکن تم نے مجھے خبر نہیں دی، حضرت ابیؓ نے جواب دیا آج تمھیں اپنی نماز سے صرف لغویات کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور انھیں یہ

واقعہ بتایا اور ابیؓ نے جو انھیں کہا اس کی خبر بھی دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیؓ نے سچ کہا'' (۲۸)۔

۵۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں: ایک بار رسول اللہ ﷺ (عید) اُضحیٰ یا (عید) فطر کے موقع پر نماز گاہ کی طرف گئے اور انھیں وعظ و نصیحت کی پھر آپ ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انھیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا...... پھر جب آپ ﷺ گھر واپس جانے لگے تو حضرت ابن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت زینبؓ کہنے لگی: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس زیور ہے جسے میں نے صدقے میں دینا چاہا لیکن ابن مسعود کا خیال ہے کہ وہ اور اس کی اولاد زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر صدقہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارا خاوند اور تمھاری اولاد تمہارے صدقہ کے زیادہ حقدار ہیں (۲۹)۔

امر واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی ﷺ کی ہر حدیث مبارک کو براہ راست نبی ﷺ سے نہیں سنا تھا بلکہ کچھ احادیث انھوں نے آپ ﷺ سے براہ راست سنی تھیں اور کچھ اپنے دوسرے ساتھیوں کے واسطے سے، کام کاج اور دوسری مصروفیات کی وجہ سے ان کا ہر مجلس میں حاضر ہونا مشکل تھا۔ اس لیے انھوں نے آپ ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی۔ 1 حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

''...... **كنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يوما وأنزل يوماً فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك......**'' (۳۰) ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، ایک دن میں جاتا اور دوسرے دن وہ جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ کی لے آتا اور جب وہ جاتا وہ بھی اسی طرح کرتا۔

☆ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

''**ليس كل مانحدثكم عن رسول الله ﷺ سمعناه منه ولكن حدثنا أصحابنا......**'' (۳۱)

ہر وہ بات جو ہم تمھیں رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں ہم نے اسے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنا بلکہ ہمارے اصحاب نے ہمیں حدیث بیان کی ہے۔ ☆ حضرت براءؓ بن عازب بیان کرتے ہیں:

''**ما كل الحديث سمعناه من رسول الله ﷺ كان يحدثنا أصحابنا عنه كانت تشغلنا عنه رعية الإبل**'' (۳۲)

ہم نے ہر حدیث رسول اللہ ﷺ سے (براہ راست) نہیں سنی، ہمارے اصحاب ہمیں آپ ﷺ سے نقل کردہ حدیث بیان کرتے تھے، اونٹوں کی چروائی نے ہمیں اس (حدیث) سے عدم مشغول رکھا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت براء بن عازبؓ سے یہ الفاظ منقول ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"لیس کلنا کان یسمع رسول اللهﷺ کانت لنا ضیعة وأشغال ولکن الناس لم یکونوا یکذبون یومئذ فیحدث الشاهد الغائب" (۳۳)

ہم سب رسول اللہﷺ سے (سب کچھ) نہیں سنتے تھے کیونکہ ہم زمین کی دیکھ بھال اور دوسری مصروفیت کی وجہ سے مشغول تھے لیکن اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، حاضر شخص غائب کو حدیث بیان کرتا تھا۔

صحابہ کرامؓ جو کچھ آپﷺ سے یا دیگر صحابہ سے سنتے اس پر عمل کرتے اور دوسروں تک اسے پہنچاتے اور کبھی انھیں تاکید وتوثیق کی ضرورت پیش نہ آتی۔ الا یہ کہ انھیں حدیث میں کسی قسم کا اشکال ہوتا تب وہ اس بارے میں تحقیق وتوثیق کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہﷺ سے بہت کم سوال کرتے۔ اس لیے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اصحاب محمدﷺ پر رحم فرمائے جنھوں نے اپنی زندگی میں صرف چودہ سوال کیے ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے'' (۳۴)۔ بلکہ انھیں سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں:

"نهینا أن نسأل رسول اللهﷺ عن شیئ فکان یعجبنا أن یجیئ الرجل من أهل البادیة العاقل فیسأله و نحن نسمع ...." (۳۵)

ہمیں کسی چیز کے بارے میں رسول اللہﷺ سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا ہمیں یہ پسند تھا، کہ کوئی عقلمند بدوی شخص رسول اللہﷺ کے پاس آکر سوال کرے اور ہم سن رہے ہوں۔

عہدِ رسالتﷺ میں صحابہ کرامؓ کا حدیث کے بارے میں نقد نہایت ہی چھوٹے پیمانہ پر تھا کیونکہ وہ ایک دوسرے کو حدیث مبارکہ بیان کرنے کے بارے میں دروغ گوئی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں:

"ما کان بعضنا یکذب علی بعض" (۳۶) ''ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتا تھا''

ایک دوسری روایت میں آپ کا قول ہے:

"......و نحن قوم لا یکذب بعضهم بعضاً" (۳۷)

''اور ہم ایسی قوم ہیں جو ایک دوسرے کو جھوٹا قرار نہیں دیتے تھے''

عہدِ بنوامیہ میں نقدِ حدیث:

عہدِ بنوامیہؓ میں نقد حدیث وسیع پیمانے پر ہونے لگا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد وضع حدیث

کے مختلف اسباب وعوامل پیدا ہو چکے تھے۔ وضع حدیث کے انھی عوامل واسباب نے علم نقد حدیث کے دائرہ کو وسیع کر دیا تھا۔ گمراہ کن فرقوں نے موضوع احادیث کو وضع کر کے اپنے مذہب کو تقویت دینے کی سعیٔ لا حاصل کی، جس کے نتیجے میں صحیح اور موضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ کلامِ رسولؐ (احادیث) کو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب من گھڑت کلام سے علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ محدثین کرام (صحابہؓ و تابعینؒ) نے کلام رسول کی حفاظت کے لیے جہاں علم الاسناد کو ضروری قرار دیا، اور راویانِ حدیث کو علم جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھا، وہیں حدیث کے متن (Text) کو بھی جانچا اور پرکھا، صحیح اور موضوع روایات کے درمیان امتیاز کو واضح کیا اور اس ضمن میں انھوں نے کسی قسم کی کوتاہی اور سہل انگاری سے کام نہیں لیا یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ کو جب بھی کسی روایت کے بارے میں ذرا سا تأمل ہوا یا اس کی صحت میں شک ہوا تو انھوں نے بلا جھجک اس پر نقد کیا۔

صحابہ کرامؓ کی نقد روایت کی امثلہ:

۱۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث بیان کی: ''الوضوء مما مست النار ولو من ثور إقط'' (جس چیز کو آگ چھوئے (اس کے کھانے سے) وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پنیر کا ایک ٹکڑا ہی ہو)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''أنتوضأ من الدهن أنتوضأ من الحميم ''(۳۸) ''کیا ہم چکناہٹ اور گرم پانی سے بھی وضو کریں''

۲۔ حضرت عائشہؓ نے جب حضرت ابو ہریرۃؓ سے یہ روایت سنی: ''من غسل ميتاً فليغتسل و من حمله فليتوضأ'' تو حضرت عائشہ کہنے لگی: ''أو نجس موتى المسلمين وما على رجل لو حمل عوداً'' (۳۹) ''کیا مسلمانوں کے مردے ناپاک ہیں؟ اگر کوئی شخص لکڑی اٹھالے تو اس پر (وضو) نہیں ہے''

۳۔ حضرت عائشہؓ کو جب حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت سنائی گئی:
''إن الميت يعذب ببكاء أهله عليه'' ''بے شک میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے'' تو حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: ''والله ما قاله رسول الله ﷺ قط......'' (۴۰) ''بخدا رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کہا''

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ یوں بیان ہوئے ہیں:

''إنكم لتحدثو نی عن غير كاذبين ولا مكذبين ولكن السمع يخطئ'' (۴۱)

”بے شک تم نے حدیث بیان کی ہے، نہ تم دونوں جھوٹے ہو اور نہ جھٹلاتے ہو لیکن کان سننے میں غلطی کر جاتا ہے۔“

اور ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”وحسبكم القرآن“ (۴۲) ”﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾“ (۴۳)

تمھیں قرآن کریم کافی ہے۔ (جس میں مذکور ہے) ”کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔“

۴۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے جب یہ حدیث بیان کی:

”طلقني زوجي ثلاثا على عهد النبي ﷺ فقال رسول الله ﷺ لا سكنى لك ولا نفقة“ ”نبی ﷺ کے عہد میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمھارے لیے رہائش اور نان ونفقہ نہیں ہے“۔ تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے: **”لا ندع كتاب الله و سنة نبينا ﷺ لقول امرأة لا ندري أحفظت أم نسيت“** (۴٤) ”ہم کتاب اللہ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بناء پر ترک نہیں کر سکتے۔ کیا معلوم اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے۔“

۵۔ حضرت محمودؓ بن ربیع نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی:

”فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله يبتغي بذلك وجه الله“

”جس شخص نے خالص اللہ کی رضا کے لیے ”لا الہ الا اللہ“ کہا اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی“۔

تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے سن کر فرمایا: **”والله ما أظن رسول الله ﷺ قال ما قلت قط“** (۴۵) ”خدا کی قسم میرا نہیں خیال کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسا کہا ہوگا جو تم نے کہا ہے“

ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی عہدِ صحابہؓ کی نقد حدیث کی بعض امثلہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”والمقصود من هٰذهِ الأمثلة هو الإستدلال على أن الصحابة نظروا في المتون .... ولكن الذي ينبغي أن لا يفوتني من الذكر أن ردهم لبعض الأحاديث لم يتعدى الإختلاف في فهم تلك الأحاديث أو أن مدلول

الحدیث کان معمولا به ثم نسخ بعد ذلک ولم یبلغ راویه هذا النسخ فظل علیٰ العمل بروایته أو توقف الصحابی فیما لم یبلغه من الاحادیث حتی یتأکد من أنها صدرت من رسول اللهﷺ“ (۴۶)

”ان امثلہ سے مقصود دراصل اس بات پر استدلال کرنا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے احادیث کے متون پر نظر رکھی......لیکن یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کا بعض احادیث کو رد کرنے کا مطلب صرف احادیث کو سمجھنے میں اختلاف کی بنا پر تھا یا مدلول حدیث پہلے قابل عمل تھا پھر منسوخ ہو گیا لیکن اس کے راوی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ اپنی نقل کردہ روایت پر ہی عمل پیرا رہا یا پھر وہ صحابی جسے احادیث نہیں پہنچیں، اس نے اسے قبول کرنے سے توقف کیا۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں یقین کر لیا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوئی ہے۔“

علامہ خلدون الاحدب عہد صحابہؓ میں نقد حدیث کی امثلہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”بعد هذا یمکن القول بأن نشأة النقد وارتباطه بالقبول والرد کان فی زمن الصحابة رضوان الله علیهم و کان لابد من وجوده حیث إن الضبط والحفظ لا مدخل لها فی العدالة فالصحابة رضوان الله علیهم أجمعین عدول کلهم بتعدیل الله سبحانه لهم أما الضبط والحفظ فشیئ آخر فقد حفظ منهم من حفظ، ونسی من نسی وکان بعضهم أحفظ من بعض و لهذا کله نشأ النقد“ (۴۷)

”اس کے بعد یہ کہنا ممکن ہے کہ نقد کی ساخت و پرداخت اور اس کے قبول و رد کے ساتھ وابستگی عہد صحابہؓ میں تھی اور اس (نقد) کا وجود ضروری تھا کیونکہ عدالت میں حفظ و ضبط کا کوئی دخل نہیں ہے، تمام صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی تعدیل کی وجہ سے عدول ہیں، البتہ ضبط و حفظ ایک دوسری چیز ہے۔ ان میں سے بعض نے یاد رکھا اور بعض نے بھلا دیا اور بعض، بعض سے زیادہ حافظ تھے۔ ان تمام چیزوں کی وجہ سے نقد کی ابتدا ہوئی۔“

حافظ ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ تابعین بھی صحابہ کرامؓ کی طرح روایات کے نقل کرنے اور بیان کرنے میں محتاط واقع ہوئے تھے (۴۸)۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تابعین کے نقد حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وقد أصبح هذا الإتجاه قويا عند التابعين و من بعدهم من الأئمة النقاد من المحدثين فهم بالإضافة إلیٰ اهتمامهم بالإسناد و نقد الرجال الذين هم معيار صدق الحديث أو كذبه كانت لهم نظرات فی متن الحديث و توثيقهٖ بعيداً عن السند“ (۴۹)

اور یہ رجحان تابعین اوران کے بعد محدثین ائمہ نقاد کے ہاں قوی ہو گیا اور وہ اسناد اور نقد رجال جو حدیث کے سچے یا جھوٹے ہونے کا معیار ہے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ متن حدیث اور اس کی توثیق کے بارے میں سند کے علاوہ بھی غور وخوض کرتے تھے۔

تابعین کی نقدِ حدیث کی امثلہ:

۱۔ سعید بن میسّب نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے اور انھوں نے اپنے والد (سعد بن ابی وقاص) سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کہا:

”أنت منی بمنزلة هارون من موسیٰ إلا أنه لانبی بعدی“

”تم میرے نزدیک اس طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

سعید بن میسّب بیان کرتے ہیں:

میں نے یہ چاہا کہ میں سعدؓ بن ابی وقاص سے بالمشافہہ ملوں اور اس روایت کے بارے میں پوچھوں، چنانچہ میں سعد سے ملا میں نے انھیں عامر کی بیان کردہ حدیث سنائی، کہنے لگے میں نے اسے (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے، میں نے کہا کیا آپ نے واقعتاً سنا ہے تو انھوں نے اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر کہا جی ہاں اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں (۵۰)۔

۲۔ ایوب بن کیسان سختیانی نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے ایوب کہتے ہیں مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا:

”ألا تعجب حدثنی القاسم عن عائشة أنها قالت أهللت بالحج ...... وحدثنی عروة عنها أنها قالت أهللت بعمرة ألا تعجب“ (۵۱)

”کیا تمھیں اس بات پر تعجب نہیں کہ مجھے قاسم نے حضرت عائشہؓ سے نقل کردہ حدیث بیان کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حج کی نیت کی ...... اور عروہؓ نے ان سے مجھے حدیث بیان کی کہ عائشہؓ نے کہا میں نے عمرہ کی نیت کی کیا تمھیں تعجب نہیں ہے۔“

۳۔ جبیر بن نفیر نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں:

"کنا مع النبی ﷺ فشخص ببصرہ إلی السماء ثم قال ھذا أوان یختلس العلم من الناس حتی لا یقدروا منه علی شیئ......"

"ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر کہا یہ وقت ہے کہ جب لوگوں سے علم اچک لیا جائے گا یہاں تک کہ تھوڑے سے علم پر بھی وہ قادر نہیں رہیں گے۔"

جبیر کہتے ہیں میں حضرت عبادۃؓ بن الصامت سے ملا اور ان سے کہا:

"ألا تسمع ما یقول أخوک ابو الدرداءؓ فأخبرته بالذی قال ابو الدرداءؓ قال صدق ابو الدرداءؓ ......" (۵۲)

"کیا آپ نے سنا نہیں جو تمھارا بھائی ابوالدرداءؓ کہتا ہے چنانچہ میں نے انھیں ابوالدرداءؓ کے قول کی خبر دی تو انھوں نے کہا ابوالدرداءؓ نے سچ کہا ہے۔"

۴۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں:

"سمعت عبداللہ بن عمرؓ عن نبیذ الجر یقول حرم رسول اللہ ﷺ نبیذ الجر فأتیت ابن عباسؓ فقلت ألا تسمع ما یقول ابن عمرؓ قال وما یقول قلت قال حرم رسول اللہ ﷺ نبیذ الجر فقال صدق ابن عمرؓ حرم رسول اللہ ﷺ نبیذ الجر فقلت وأی شیئ نبیذ الجر قال کل شیئ یصنع من المدر" (۵۳)

"میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا میں نے کہا کیا آپ نے سنا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہنے لگے وہ کیا کہتے ہیں میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے سچ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑے کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے۔ میں نے کہا گھڑے کی نبیذ کس سے ہوتی ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہر وہ چیز جو مٹی سے تیار ہوتی ہے۔"

۵۔ سوید بن عبدالعزیز نے مغیرۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں:

"ہم ایک شیخ کی طرف گئے جس کے بارے میں ہمیں خبر ملی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتا ہے۔

جب ہم ابراہیم النخعی کے پاس پہنچے تو کہنے لگے تمھارا کیا کام ہے، ہم نے کہا ہم ایک شیخ کے پاس آئے ہیں جو احادیث بیان کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ہم تو اس شخص سے احادیث لیتے ہیں جو ان (احادیث) کے علل کو جانتا ہو اور ہم نے ایسے شیخ کو پایا ہے جو حدیث بیان کرتے ہوئے حلال کو حرام سے بدل ڈالتا ہے اور اسے اس کا علم ہی نہیں ہوتا'' (۵۴)

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابعین نے بھی حدیث کے بارے میں نقد سے کام لیا تاہم انھیں کسی راوی کی عدالت میں ہرگز شک وشبہہ نہیں تھا بلکہ ان کے پیش نظر اس چیز کا امکان باقی تھا کہ شاید کسی سے حدیث سمجھنے میں غلطی لگ گئی ہو یا پھر انھوں نے حدیث سنی ہی نہیں اور جب انھیں حدیث سنائی گئی تو انھیں تعجب ہوا، چنانچہ انھیں ان کے بارے میں تحقیق اور تثبت کی ضرورت پیش آئی۔

تبع تابعینؒ کی نقد حدیث:

عصر تبع تابعین میں نقد حدیث نے ایک خاص رنگ اور اسلوب اختیار کیا جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ صحابہؓ کے عہد میں فتنہ وضع حدیث اس قدر وسیع اور عام نہیں ہوا تھا جس قدر اس دور میں پھیلا تھا۔ چنانچہ اس دور میں ائمہ نقاد حدیث نے اس فتنہ کا قلع قمع کیا۔ انھوں نے رجال، متون حدیث دونوں پر نقد کیا اور اس علم کو انھوں نے اپنے اساتذہ تابعین سے لیا تھا جنھوں نے صحابہ کرامؓ سے حاصل کیا تھا۔ یہ انھی کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ آج امت کے ہر فرد کے پاس صحیح احادیث کا مجموعہ موجود ہے۔

حافظ ابن حبان ان ائمہ نقاد کے گراں قدر کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ثم أخذ عن هؤلاء مسلک الحدیث و انتقاد الرجال و حفظ السنن و القدح فی الضعفاء جماعة من أئمة المسلمین و الفقهاء فی الدین منهم سفیان بن سعید الثوری و مالک بن انس و شعبة بن الحجاج و عبدالرحمٰن بن عمرو الأوزاعی و حماد بن سلمه و اللیث بن سعد و حماد بن زید و سفیان بن عیینة فی جماعة معهم إلا أن من أشدهم انتقا للسنن و أکثرهم مواظبة علیها حتی جعلوا ذلک صناعة لهم لا یشوبونها بشیئ آخر ثلاثة أنفس مالک و الثوری و شعبة'' (۵۵)

''پھر ائمہ مسلمین، فقہائے دین نے ان (صحابہؓ) سے حدیث کے طریق کار، نقد رجال اور حفظ سنن، ضعفاء کی جرح کو اختیار کیا ان میں سفیان بن سعید ثوری، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور

ایک جماعت تھی مگر ان سے زیادہ سنن (احادیث) کا نقد کرنے والے اور اس پر ہمیشگی کرنے والے جنھوں نے اسے ان کے لیے ایک صنعت قرار دیا جسے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے تھے اور وہ تین اشخاص تھے: امام مالک، سفیان ثوری، اور شعبہ۔''

نقد حدیث کی ضرورت:

فتنہ وضع حدیث جب رونما ہوا۔ اہل فرق باطلہ نے دروغ گوئی کا سلسلہ شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر قسم کی احادیث منسوب کی جانے لگیں۔ اس طرح صحیح اور من گھڑت احادیث کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوگیا تو حضرات تابعین و تبع تابعین نے وضاعین اور دشمنان حدیث کا مختلف طریقوں سے مقابلہ کیا۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ جو انھوں نے اختیار کیا وہ نقد حدیث کا تھا جس کے بارے میں ان کے پاس اپنے اسلاف کا نمونہ تھا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر ائمہ دین نے نقد حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔ نقد حدیث کے انہی محرکات کی طرف امام ترمذی اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ما حملهم على ذلک عندنا. والله أعلم إلا النصيحة للمسلمين لا نظن أنهم أرادوا الطعن على الناس أو الغيبة إنما أرادوا عندنا أن يبينوا ضعف هٰؤلاء لكى يعرفوا لأن بعضهم من الذين ضعفوا كان صاحب بدعة و بعضهم كان متهماً فى الحديث و بعضهم كانوا أصحاب غفلة و كثرة خطاء فأراد هؤلاء الأئمة أن يبينوا أحوالهم شفقة على الدين و تبييناً لأن الشهادة فى الدين أحق أن يثبت فيها من الشهادة فى الحقوق والأموال'' (۵۶)

''ہماری نظر میں انھیں (ائمہ دین کو) مسلمانوں کی خیر خواہی نے راغب کیا ہے۔ یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ انھوں نے لوگوں کی عیب جوئی یا ان کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسے لوگوں کی کمزوری واضح کی جائے کیونکہ بعض وہ لوگ جو ضعیف قرار دے دیئے گئے تھے وہ بدعتی تھے اور بعض پر جھوٹی حدیث بیان کرنے کی تہمت تھی اور بعض غافل اور کثرت سے غلطیاں کرنے والے تھے۔ چنانچہ ان ائمہ نے دین پر جھوٹ گھڑنے کے ڈر سے اور اسے بیان کرنے کی غرض سے ایسے لوگوں کے احوال کو بیان کیا ہے کیونکہ دین کی گواہی کو حقوق اور اموال کی گواہی کے مقابلہ میں بیان کرنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔''

حافظ ابن رجب اس بارے میں فرماتے ہیں:

''وسبب هذا أنه قد كثر الكذب على علي فى تلک الأيام كما روى شريک عن

ابى اسحاق سمعت خزيمة بن نصر العبسى أيام المختار و هم يقولون ما يقولون من الكذب و كان من اصحاب علي قال: "ما لهم قاتلهم الله أى عصابة شانوا وأى حديث أفسدوا" (۵۷)

''اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ پر کثرت سے جھوٹ بولا جانے لگا جس طرح شریک ابو اسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ (انھوں نے کہا) میں نے خزیمہ بن نصر عبسی سے جن دنوں میں مختار نے فتنہ برپا کیا اور وہ جھوٹ کہہ رہے تھے اور وہ اصحاب علیؓ میں سے تھا حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ انھیں غارت کرے کس جماعت کا مرتبہ کم کر رہیں ہیں اور کتنی زیادہ احادیث کو انھوں نے فاسد کر دیا ہے۔''

اگر علماء امت اس طرح نقد حدیث کا کام شروع نہ کرتے تو صحیح اور ضعیف وموضوع روایات کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا، بہت سی سنتیں وآثار ضائع ہو جاتے، استنباط اور اعتبار کا معاملہ باطل ٹھہرتا، نیز شریعت اسلامی خلط ملط ہو جاتی یہ انھی علماء دین کی شاندار مساعی کا نتیجہ ہے کہ جن کی بدولت شریعت اسلامی کا یہ سرچشمہ صافی اور پاک ہے جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۲۔ شاعر سیبویہ ہے۔ جس کی کنیت ابوبشر اور نام عمرو بن عثمان ہے۔ علم نحو کا نامور امام گذرا ہے۔ فارس کے علاقہ میں پیدا ہوا اور بصرہ میں پرورش پائی اور ۱۷۷ھ کو بیضاء شہر میں چالیس سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی؛ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ص:۱۰/۱۷۶، الزیات، تاریخ الادب العربی، ص۲۳۴

۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۴۔ حسین یوسف، الافصاح، ص:۲/۱۲۰۳، احمد رضا، معجم متن اللغۃ، ص۵/۵۲۵

۵۔ ابن منظور، لسان العرب، ص۳/۴۲۵

۶۔ امام احمد، مسند احمد، ص۶/۱۴۴

۷۔ مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص:۵، الرازی، تقدمۃ الجرح والتعدیل، ص۵

۸۔ ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص۵۱۷

۹۔ سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث ص۳۸۹

۱۰۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۲۱۲

۱۱۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۲۱۲

۱۲۔ الخطیب، الجامع لأخلاق الراوی، ص۲/۳۵۴

۱۳۔ الدارمی، سنن الدارمی، باب الرجل یفتی بشیئ، حدیث نمبر ۶۴۳، ص۱/۱۶۱

۱۴۔ ضیاء الرحمٰن الأعظمی، معجم مصطلحات الحدیث، ص۵۱۷

۱۵۔ الشافعی، الرسالۃ، ص۳۹۹

۱۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر ۳۴۶۱، ص۵۸۲

۱۷۔ ابن القیم، المنار، ص:۵۵، لألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص۲/۱۵۵

۱۸۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، ص:۱/۷، الألبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، ص۴، ۳۱۲ اس سند میں عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کا والد (جعفر) دونوں ضعیف ہیں۔

۱۹۔ ابن الجوزی، الموضوعات، ص:۱/۳۵۵، ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، ص:۴/۱۸۵؛ ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ص۱/۳۷۹
ابن القیم، المنار، ص:۵۷، الطحاوی، مشکل الآثار، ص۲/۸
القسطلانی، المذاہب، ص:۱/۳۵۸؛ السخاوی، المقاصد الحسنۃ، ص۲۲۶

۲۰۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ص۵۸

۲۱۔ الخطیب، الکفایۃ، ص۱۷

۲۲۔ ابن القیم، المنار، ص۴۴

۲۳۔ البقرہ۲:۲۶۰

۲۴۔ مصطفیٰ الأعظمی، منہج النقد، ص:۷، خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص۳۵

۲۵۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب القراءۃ والعرض علی المحدث، حدیث:۶۳، ص۱۵

۲۶۔ النسائی، سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب الکراھیۃ فی الثیاب المصبغۃ، حدیث نمبر ۲۷۱۳، ص۳۷۵

۲۷۔ المسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائماً و قاعداً، حدیث نمبر ۱۷۱۵، ص۲۹۸

۲۸۔ ابن حنبل، المسند، ص:۵/۱۴۳۔ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوٰت، باب ماجاء فی الإستماع للخطبة، حدیث نمبر۱۱۱۱، ص۱۵۶
۲۹۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰة، باب الزکوٰة علی الأقارب، حدیث نمبر۱۴۶۲، ص۲۳۷
۳۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم، حدیث نمبر۸۹، ص۲۱
۳۱۔ الخطیب، الکفایة، ص۳۸۶
۳۲۔ ابن حنبل، المسند، ص:۴/۲۸۳، ابن حنبل، العلل، ص۲/۵۶۶ ◉ الخطیب، الکفایة، ص۳۸۵
۳۳۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص۲۳۵
۳۴۔ الرازی، التفسیر الکبیر، ص۲/۲۸۱
۳۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب السوّال عن أرکان الإسلام، حدیث نمبر۱۰۲، ص۲۷
۳۶۔ الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ص۲۳۵
۳۷۔ الخطیب، الکفایة، ص۳۸۶
۳۸۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطہارة، باب الوضوء مما غیرت النار، حدیث نمبر۷۹، ص۲۱
۳۹۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل ا لمیت، حدیث نمبر۳۱۶۱، ص۴۶۲، الزرکشی، الإجابة لإیراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة، ص۱۳۵
۴۰۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه، حدیث نمبر۲۱۴۲، ص۳۷۴
۴۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ا لمیت یعذب ببکاء أهله علیه، حدیث نمبر۲۱۴۲، ص۳۷۴
۴۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ا لمیت یعذب ببکاء أهله علیه، ص۳۷۵
۴۳۔ فاطر۳۵:۱۸
۴۴۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی المطلقة ثلاثا، حدیث نمبر۱۱۸۰، ص۲۸۷
۴۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التہجد، باب صلاة النوافل جماعة، حدیث نمبر۱۱۸۶، ص۱۸۹
۴۶۔ محمد لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص۳۱۳
۴۷۔ خلدون الأحدب، أسباب اختلاف المحدثین، ص۱/۴۲
۴۸۔ ابن حبان، المجروحین، ص۱/۳۸
۴۹۔ لقمان، اہتمام المحدثین بنقد الحدیث، ص۳۱۴
۵۰۔ المسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضل علی بن ابی طالب، حدیث نمبر۶۲۱۷، ص۱۰۵۹
۵۱۔ ابن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ص۲/۱۲۶
۵۲۔ الترمذی، جامع الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی ذهاب العلم، حدیث نمبر۲۶۵۳، ص۶۰۲
۵۳۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الأوعیة، حدیث نمبر۳۶۹۱، ص۵۲۹
۵۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ص۱/۲۹
۵۵۔ ابن حبان، المجروحین، ص۱/۳۰
۵۶۔ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص۱/۲
۵۷۔ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ص۱/۵۲